

## مدارس میں زکوٰۃ کی فراہمی اور طریقہ استعمال

از: مفتی اشتیاق احمد قاسمی  
مدرس دارالعلوم دیوبند

جب اسلامی حکومت تھی تو مدارس، مکاتب، مساجد اور خانقاہوں کے جملہ اخراجات کی کفالت حکومت کرتی تھی، ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد دین اور علم دین کی حفاظت کے لیے حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفقاء نے آزاد مدارس کی بنیاد ڈالی اور حضرت حاجی محمد عابد صاحب دیوبندیؒ نے کس مپرسی کے عالم میں اپنے رومال میں تین روپے ڈال کر عوام کے چندے سے مدرسہ چلانے کی طرح ڈال دی؛ لیکن بات آگے بڑھی تو اس میں بے اعتدالی آگئی، اب دین کی حفاظت کے لیے کم لوگ ہی مدارس کھولتے ہیں، اکثر اپنی اقتصادی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مدارس کھولنے لگے ہیں، مدت میں لاپرواہی سے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے؛ جب قبلہ ہی بدل گیا تو نماز کیسے صحیح ہوگی؟ عملاً ایسا سمجھا جانے لگا کہ دینی علم حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ سے استفادہ ضروری ہے، بہت سے اہل ثروت اسی تصور سے اپنی اولاد کو علم دین نہیں پڑھاتے، دوسری طرف اس طرح بے اعتدالی ہو رہی ہے کہ غیر مستحق طلبہ بھی امداد پر پلنے لگے، ایسی صورت حال کے پیش نظر زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مدارس کے کسی وصف کو متعین کیسے کیا جاسکتا ہے؟ بس اتنا کہنا ہی بہتر سمجھ میں آتا ہے کہ اگر فقیر و نادار طلبہ تک زکوٰۃ پہنچ سکتی ہو تو وہاں زکوٰۃ دینا جائز ہے اور اہل مدارس اگر مستحق تک زکوٰۃ پہنچا سکتے ہوں تو لیں ورنہ احترام کریں، دین و ملت کی خدمت کے بہانے اپنے اعمال کو خراب نہ کریں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ. (توبہ: ۶۰)

ترجمہ: صدقات (زکوٰۃ) تو صرف غریبوں اور محتاجوں کے لیے ہیں اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کے لیے اور جن کی دل جوئی کرنا منظور ہے، اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں

(زکوٰۃ صرف کی جائے) اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے (جہاد) میں اور مسافر (کی امداد) میں۔

مدارس کے طلبہ اگر غریب اور محتاج ہیں تب تو ان پر زکوٰۃ صرف کرنے میں مضائقہ نہیں، اور اگر طلبہ کو ”فی سبیل اللہ“ میں داخل مانا جائے تب بھی فقر و حاجت مندی کی شرط ملحوظ رہے گی، مال دار اور صاحب نصاب طلبہ پر زکوٰۃ کا مال صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی (معارف القرآن ۴/۶، ۴۰۷، ۴۰۷)

## دینی کاموں میں مصروف علماء اور طلبہ

مدارس کے طلبہ اور علماء جو دینی خدمات میں مصروف ہیں، چاہے وہ درس و تدریس میں ہوں؛ یا تصنیف و تالیف میں یا دعوت و تبلیغ میں؛ وہ اگر فقر و فاقہ سے دوچار ہیں (صاحب نصاب نہیں ہیں) تو ان کو تعاون کے طور پر زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، ان کو کسی خدمت کے معاوضے یا تنخواہ کے طور پر زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

”فی سبیل اللہ“ میں مال دار، صاحب نصاب طلبہ اور علماء شامل نہیں ہیں، بعض فقہی عبارتوں سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے؛ اس لیے ان کو جاننا چاہیے کہ فقہائے کرام نے فقر و محتاجی کی قید لگائی ہے، معارف القرآن (۴/۴۰۷) میں حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اس کی صراحت نقل کی ہے، علامہ شامی نے بھی فقر کی قید کو اَوْجَحْ (زیادہ مدلل) بتایا ہے۔

أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى: ”وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ“ عِبَارَةٌ عَنْ جَمِيعِ الْقُرْبِ فَيَدْخُلُ فِيهِ كُلُّ مَنْ سَعَى فِي طَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى، وَ سَبِيلِ الْخَيْرَاتِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا. (بدائع ۲/۱۵۴)

قلت: وهو كذلك، والأَوْجَحُ تَقْيِيدُهُ بِالْفَقِيرِ الْخ (رد المحتار ۳/۲۸۶ زکریا) ترجمہ: بہر حال اللہ تعالیٰ کا قول: ”وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ“ یہ سارے نیک کام کی تعبیر ہے؛ اس لیے اس میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اچھے کاموں میں کوشاں ہو؛ جب کہ وہ محتاج ہو۔

میں (علامہ شامی) کہتا ہوں: وہ اسی طرح ہے اور فقیر ہونے کی قید زیادہ مدلل ہے۔

## زکوٰۃ میں تملیک

زکوٰۃ کے جو بھی مصارف قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں، ان میں مستحق کو مال زکوٰۃ کا

مالک بنانا شرط ہے، مالک بنائے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اس پر ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے امت متفق ہیں۔ اسی وجہ سے تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسجد کی تعمیر ہو یا مدرسہ کی، یا کسی اور فاقہی ادارہ کی۔

قرآن مجید کی آیت: **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الخ** میں.....

قرآن نے چار مصارف کو ”لام“ اور چار کو ”فی“ کے ذریعہ بیان کیا ہے، لام تملیک لیے ہے اور ”فی“ ظرفیت کے لیے استعمال کیا ہے، ظرفیت سے زیادہ استحقاق کی طرف اشارہ ہے، ان میں بھی تملیک کی صراحت مفسرین نے فرمائی ہے۔ (تفصیل معارف القرآن میں دیکھیں ۴/۲۰۴، ۴۰۷)

غرض یہ کہ اگر زکوٰۃ مدارس کے مستحق طلبہ کو دی جا رہی ہے تو ان کو بھی مالک بنانا ضروری ہے۔

وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ الصَّرْفُ تَمْلِكًا لَا إِبَاحَةً (در مختار) فَلَا يَكْفِي فِيهَا الإِطْعَامُ

إِلَّا بِطَرِيقِ التَّمْلِكِ. (رد المحتار ۳/۲۹۱ زکریا دیوبند)

ترجمہ: اور زکوٰۃ میں مالک بنانے کی شرط لگائی جاتی ہے، اباحت (استفادہ کی اجازت دینا) کافی نہیں ہے؛ لہذا ادائے زکوٰۃ میں کھلا دینا کافی نہیں ہے؛ البتہ بطور تملیک کھلانے سے (زکوٰۃ ادا ہو جائے گی)

## تملیک کے قائم مقام صورتیں

اگر کوئی صاحب نصاب آدمی مستحق کی پرورش کر رہا ہے اور مستحق پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا چاہتا ہے تو اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں:

(الف) اس کی واضح صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس کے حوالے کر دے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے مصرف میں خرچ کرے، اس صورت میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ تملیک ہوگئی اور زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے کوئی چیز خرید کر لائے اور مستحق کے حوالے کر دے، مثلاً: کپڑا، دو وغیرہ اس میں بھی تملیک پائی جاتی ہے؛ اس لیے جائز ہے۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ مستحق کو کھانا دے، اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ کھانا اپنے ہاتھ سے دے دے، اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ دینا پالیا گیا۔

دوسری شکل یہ ہے کہ مستحق کو کھانا ساتھ میں کھلائے، اس آخری شکل میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

إِذَا كَانَ يُعُولُ يَتِيمًا وَيَجْعَلُ مَا يَكْسُوهُ وَيُطْعِمُهُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ فَفِي الْكَسْوَةِ لِاشْتِكَ فِي الْجَوَازِ لَوْ جُودَ الرُّكْنُ وَهُوَ التَّمْلِيكُ، وَأَمَّا الطَّعَامُ فَمَا يَدْفَعُهُ إِلَيْهِ بِيَدِهِ يَجُوزُ أَيْضًا لِمَا قُلْنَا بِخِلَافِ مَا يَأْكُلُهُ بِلَا دَفْعٍ إِلَيْهِ. (ردالمحتار ۳/۱۷۲ زکریا)

ترجمہ: جب کسی یتیم کی پرورش کر رہا ہو اور اس کو اپنی زکوٰۃ کے مال سے کپڑے اور کھانے دے رہا ہو تو کپڑے کے جواز میں تو شبہ نہیں؛ رکن (تملیک) کے پائے جانے کی وجہ سے، رہا کھانا تو جو کھانا اپنے ہاتھ سے اُسے دے دیتا ہے تو (زکوٰۃ کی ادائیگی میں) یہ (صورت) بھی جائز ہے، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کر دی ہے، بخلاف اس کھانے کے جو بلا دیے وہ (ساتھ میں) کھاتا ہے (اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی)

## مدارس کے مہتمم کی شرعی حیثیت

مدارس کے مہتمم ایک طرف تو چندہ دہندہ کے وکیل ہوتے ہیں، اس طرح کہ چندہ دینے والے اگر مصرف متعین کر کے دیں تو مہتمم صاحب اسی مصرف میں خرچ کرنے کے پابند ہیں، مثال کے طور پر چندہ (غیر زکوٰۃ) دینے والے نے مدرسہ کی عمارت میں خرچ کرنے کی قید لگائی تو مہتمم صاحب اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے مصرف میں خرچ نہیں کر سکتے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲۵/۱۴ تلخیص)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ”ظاہراً مہتمم وکیل مُعْطَى کا ہے“ (امداد

الفتاویٰ ۳/۳۱۶)

مدارس کے مہتمم دوسری طرف طلبہ کے قسیم اور نائب ہوتے ہیں؛ اس لیے ان کا قبضہ طلبہ کا قبضہ کہلائے گا، چندہ دیتے ہی چندہ دہندگان کی ملکیت سے چندہ خارج ہو جاتا ہے، اور اس پر طلبہ کی ملکیت ہو جاتی ہے، مدارس بیت المال کی طرح ہیں اور مہتمم صاحب نگران کی طرح؛ اس میں طلبہ کا معلوم و متعین ہونا بھی ضروری نہیں ہے جس طرح بیت المال کے مستحقین معلوم و متعین نہیں ہوتے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲۵/۱۴ تلخیص)

## مستحق طلبہ پر صدقاتِ واجبہ کے خرچ کی صورتیں

مدارس میں آئی ہوئی زکوٰۃ کی رقم کا مستحق تک پہنچنا مہتمم صاحب کے لیے لازم و ضروری ہے، اس کے بغیر مہتمم صاحب اپنی ذمہ داری سے سبک دوش نہیں ہوں گے، اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

۱- اگر نقد وظیفہ کے طور پر زکوٰۃ کی رقم مستحق طلبہ کے حوالے کرتے ہیں تو اس میں تو کوئی اشکال نہیں۔

۲- اور کھانا اگر فرداً فرداً تقسیم کر کے دیا جاتا ہے تو یہ بھی تملیک ہے، ان دونوں صورتوں کی دلیل اوپر گزر چکی۔

۳- مہتمم صاحب کو طلبہ کا وکیل ماننے کی صورت میں تملیک طعام ضروری نہیں، اباحت یعنی طلبہ کو بٹھا کر کھلانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۱۲۷/۴ حضرت مفتی سعید احمد پالپور)

۴- طلبہ کو لباس اور علاج کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اس میں بھی پہلی صورت کی طرح تملیک واضح ہے۔

۵- دواخانہ میں شریک مستحق طلبہ کے علاج کا بل ادا کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

۶- کوئی چیز خرید کر طلبہ کو دے دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

۷- پانی اور بجلی بھی چوں کہ طلبہ پر خرچ ہونے والی چیزیں ہیں؛ اس لیے ان کا بل ادا کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؛ البتہ ان میں مستحق اور غیر مستحق کے تناسب کا لحاظ ضروری ہے، غیر مستحق کو حساب میں مستثنیٰ کرنا ضروری ہوگا، جس طرح مطبخ میں پکائے جانے والے کھانے میں حساب کیا جاتا ہے۔

۸- اگر مدرسہ کرایہ کی عمارت میں چل رہا ہے تو زکوٰۃ کی رقم سے کرایہ ادا کرنے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؛ اس لیے کہ مہتمم کو طلبہ کا وکیل مانا گیا ہے اور مکان میں رہائش طلبہ نے اختیار کی ہے اور کرایہ بدل رہائش ہے۔

۹- بعض وہ چیزیں جن سے طلبہ بالواسطہ فائدہ اٹھاتے ہیں یا وہ ان چیزوں سے سارا فائدہ نہیں اٹھا لیتے، جیسے: درس گاہ کی تپانیاں، مدرسہ کی عمارت اور مستعار دی گئی کتابیں وغیرہ؛ ان میں براہ راست زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کی رقم خرچ نہیں کی جاسکتی، ان کے لیے تملیک ضروری

ہے۔ اسی طرح مدارس کے دیگر مصارف، مثلاً: تنخواہ، مہمان نوازی، اجرائے رسائل، دارالاقامہ اور دعوت و تبلیغ کے جملہ اخراجات میں مہتمم صاحب براہ راست زکوٰۃ کی رقم خرچ نہیں کر سکتے، ان میں بھی تملیک ضروری ہے۔

## حیلہ تملیک

کسی مستحق زکوٰۃ سے پہلے مدرسہ کی ضروریات بتادی جائیں، جس کو مدرسہ سے ہمدردی ہو اور اجر و ثواب کے حصول کا مخلصانہ جذبہ بھی ہو، اور وہ اپنی ملکیت کی چیز کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنے پر راضی ہو، اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے کہ وہ اپنی مرضی سے مدرسہ کو دے دے اور مفت میں صدقہ کا ثواب حاصل کر لے، اس کے اوپر کوئی دباؤ نہ ہو، اگر خدا نخواستہ وہ لے کر اپنی ضرورت میں صرف کر لے اور مدرسہ کو نہ دے تو مدرسہ والے اس کے خلاف کسی دباؤ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو حیلہ تملیک کی گنجائش ہے، حضرت بریرہؓ والی حدیث: لَکِ صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ (بخاری ۲۰۲/۱، مسلم ۳۴۵/۱) اس کی اصل ہے۔

وَالْحِيلَةُ لَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَقْدَارِ زَكَاتِهِ عَلَىٰ فَقِيرٍ ثُمَّ يَأْمُرُهُ بَعْدَ ذَلِكَ بِالصَّرْفِ إِلَىٰ هَذِهِ الْوُجُوهِ، فَيَكُونُ لِلْمُتَصَدِّقِ ثَوَابُ الصَّدَقَةِ وَلِلذَلِكَ الْفَقِيرِ ثَوَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَالْقَنْطَرَةِ. (ہندیہ ۶/۳۹۲، رد المحتار ۳/۱۹۱ زکریا دیوبند)

ترجمہ: اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار کسی فقیر پر صرف کرے، پھر اسے ان وجوہ پر خرچ کرنے کو کہے، اس طرح صدقہ کرنے والے کو صدقہ کا ثواب اور اس فقیر کو تعمیر مسجد اور تعمیر پل کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

## مدارس کا حال

حیلہ تملیک کے بعد بھی وہ رقم مدرسہ میں ہی خرچ ہوگی، ذمہ داران مدرسہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے، اکثر مدارس کا حال ناگفتہ بہ ہے، ذمہ داران مدرسہ اپنی تنخواہ متعین نہیں کرتے، وہ کفاف کے نام پر اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں، ان کو اللہ ربُّ العالمین، مالکِ یوم الدین سے خوف کھانا چاہیے، وہاں کوئی حیلہ کام نہ آئے گا۔ انھیں خیر القرون کے محتاط بزرگوں اور امیروں کو نمونہ بنانا چاہیے!

## داخلہ فارم میں تو کیل نامہ

چند سال پہلے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ فارم میں ایک ”تو کیل نامہ“ شامل کیا گیا، دوسرے مدارس نے بھی تقلید کی، اس کی عبارت یہ تھی:

”میں حضرت مہتمم صاحب یا ان کے قائم مقام کو اپنی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کا بھی وکیل بناتا ہوں، اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کا بھی وکیل بناتا ہوں“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱۲۶)

اس میں طلبہ کی ”ضروریات“ کی قید ہے؛ اس لیے مہتمم صاحب اپنے اور اپنے اہل و عیال کے تعیشتات میں خرچ کرنے کے مجاز نہیں ہو سکتے۔

طلبہ کی ضروریات کا مطلب بھی محدود ہے، جن چیزوں سے طلبہ براہ راست فائدہ اٹھاتے ہیں وہی مراد ہوں گی، بقیہ چیزوں کے لیے پھر بھی تملیک کی ضرورت باقی رہے گی۔

اگر ”تو کیل نامہ“ ایسا تیار ہو، جس میں طلبہ اور مدرسہ کی جملہ ضروریات کی جزوی صراحت ہو تو بات بے غبار ہو سکتی ہے۔

## بعض مدارس میں تملیک کی عمدہ صورت

بعض مدارس میں زکوٰۃ اور صدقات واجبہ میں تملیک کی یہ صورت رائج ہے کہ مدرسہ کے جملہ اخراجات کا ماہانہ حساب کیا جاتا ہے، اس میں مطبخ، تعلیم، تنخواہ مدرسین و ملازمین، بجلی، پانی، وغیرہ مصارف شامل ہوتے ہیں، جملہ اخراجات کو طلبہ کی تعداد پر تقسیم کر کے ہر ایک کے حصے میں آنے والی رقم بہ طور فیس مقرر کر دی جاتی ہے، اور مذکوٰۃ سے ہر مہینہ فیس کے بہ قدر رقم طلبہ کو وظیفہ میں دی جاتی ہے، پھر طلبہ سے مذکورہ فیس میں وصول کر لی جاتی ہے۔

یہ صورت بہت عمدہ اور بے غبار ہے، چھوٹے مدارس میں تو عمل کرنا مشکل نہیں، بڑے مدارس میں بھی ایسا کیا جانا ممکن ہے؛ جس طرح ماہانہ وظیفہ بانٹنے کا نظم ہوتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ بھی دی جاسکتی ہے، اور طلبہ کے لیے بھاگنے کا اندیشہ تو ہے؛ مگر اس کی بھی پیش بندی کی کوئی صورت اپنائی جاسکتی ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ (۱۵۰/۵) وغیرہ میں یہ صورت لکھی ہے، بڑے مدارس میں ضابطہ بنانا اور اس پر عمل کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

## اگر کوئی مستحق زکوٰۃ قرض لے کر مدرسہ کی ضرورت میں صرف کر دے تو زکوٰۃ سے اس کے قرض کی ادائیگی

بعض مدارس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنے طور پر فلاں شخص سے قرض لے کر مدرسہ میں دے دو، یا مدرسہ کی فلاں ضرورت میں خرچ کر دو، پھر مدرسہ والے زکوٰۃ کی رقم میں سے اس کو دیتے ہیں؛ تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر لے، یہ صورت بھی جائز ہے؛ اس لیے کہ زکوٰۃ مستحق تک پہنچ گئی۔

## کسی مال دار سے مدرسہ کی عمارت بنوا کر، زکوٰۃ سے ادائیگی

اگر کسی مدرسہ میں عمارت کی ضرورت ہو اور مدرسہ کا ذمہ دار کسی مال دار صاحب نصاب کو مدرسہ کی عمارت بنانے کے لیے کہے یا کسی کمیٹی سے مدرسہ کی تعمیر کرائے اور تعمیر کے بعد ادائیگی زکوٰۃ کی رقم سے کرے تو یہ درست نہیں؛ اس لیے کہ مال دار شخص یا کمیٹی مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں اور غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے۔

## مدارس کے علاوہ دیگر دینی یا ملی اداروں کے لیے زکوٰۃ کی وصولی

ہر دینی و ملی کام کے لیے زکوٰۃ ہی استعمال ہو، بنیادی طور پر یہ تصور غلط ہے، مسلم قوم امداد اور عطیات بھی دیتی ہے؛ اس لیے ملی خدمات کے لیے امداد کی رقم ہی جمع کرنی چاہیے، اگر زکوٰۃ کی رقم جمع کی جائے تو بڑی احتیاط سے مستحقین تک پہنچانا لازم ہوگا۔ غیر مصرف میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی ادارہ غیر مصرف میں خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے ذمہ داروں کو جواب دینا پڑے گا، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں!

